عدم ادائیگی نفقہ پر فسخ نکاح

تحریر: پروفیسر سید شمس الدین

نکاح کی وجہ سے مرد وعورت پر ایک دوسرے کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان میں ایک اہم ترین حق بیوی کا نفقہ ہے جو تین چیزوں کو شامل ہے: خوراک، پوشاک اور مکان۔ قرآن مجید نے مختلف مواقع پر اس کی تصریح کر دی ہے:

وعلى المولودله رزقهن و كسوتهن بالمعروف (۱)

ترجمہ: شوہر کے ذمہ بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے معروف طریقہ پر۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله (۲)

ترجمہ: یعنی اور اہل کشائش کو چاہئے کہ اپنی کشائش کے مطابق خرچ کریں اور جن پر روزی تنگ ہوان کو بھی چاہئے کہ اللہ کی عطا کے مطابق نفقہ دیں۔

اسكنوهن من حيث سكنتم (۳)

ترجمہ: جیسے تم خود رہو تو ویسے ہی ان کو (اپنی بیویوں کو) بھی رکھو۔

احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف (۴)

ترجمہ: تمہارے ذمہ بھلے طریقے پر بیویوں کا کھانا اور کپڑا ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی نے ان کے بخل کی شکایت کی۔ تو آپ نے اجازت دی کہ ان کے مال میں سے اتنا لے لو جو تمہارے بچے کے لئے کفایت کر جائے۔ (۵)

حضرت ماریہ قشیری نے دریافت کیا کہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے تو آپ نے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا:

تطعمها اذا طعمت و تكسوها اذ كسبت (٦)

ترجمہ: چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر بالغ ہو اور بیوی ناشزہ (نافرمان) نہ

ہوتو تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ شوہر اگر نفقہ ادا نہ کرے تو کیا حکم ہوگا۔ آیا بیوی کو طلاق طلب کرنے اور نکاح کے فسخ کرا لینے کا حق ہوگا یا اس کو اس پیچیدہ صورتحال سے بچانے کے لئے کوئی اور تدبیر کی جائے گی؟ پھر یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ نفقہ نہ ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ نفقہ ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو، قادر ہو اور موجود بھی ہو لیکن ادا نہ کرے۔ شوہر موجود ہی نہ ہو بلکہ غائب ہو۔

اس مسئلے میں عام فقہاء جن میں امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ بھی شامل ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے بیوی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔(۷) البتہ طریق کار اور شرطوں میں ان کے درمیان کچھ اختلاف بھی ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ محض اس کی وجہ سے فسخ نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔ علامہ محمد اسماعیل صنعانی (۱۰۵۹۔۱۱۸۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ یہی رائے اصحاب ظواہر اور صحابہؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی بھی ہے۔(۸)

دلائل احناف:

احناف کے دلائل اس طرح ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما اتاه الله. لا يكلف الله نفسا الا ما اتاها۔(۹)

ترجمہ: یعنی خوشحال کو چاہیئے کہ اپنی خوشحالی کے مطابق خرچ کرے اور جو تنگ دست ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ نے جو عطا کیا ہے اس کے مطابق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے مطابق ہی ذمہ داری سونپتا ہے جو اس کو دیتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وسعت و کشائش کے مطابق ہی مرد پر اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے نفقہ واجب ہے اور اسی کا وہ مکلف ہے اس طرح اگر کوئی مفلس اور بالکل ہی تنگ دست ہے تو اس پر نفقہ ہی واجب نہیں ہے۔ اس لئے اس صورت میں اس کا نفقہ نہ ادا کرنا کوئی جرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۲۔ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ازواج مطہراتؓ نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں اسی دوران حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کی اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کی سرزنش کرنے لگے کہ تم لوگ

حضور ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات کو اس سے منع نہ فرمایا۔(۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ شوہر اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو اس پر نفقہ واجب ہی نہیں رہتا ورنہ حضور ﷺ ضرور منع فرماتے کہ یہ ان کا حق ہے۔ ان کو مانگنے دو۔

۳۔ آنحضور ﷺ کے زمانے میں کس قدر افلاس تھا وہ واضح ہے۔ صحابہؓ کے یہاں عام طور پر فاقوں کی نوبت آتی تھی مگر ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے نفقہ سے عاجز ہونے کی وجہ سے نکاح کسی کا بھی فسخ کیا ہو۔

۲۔ دلائل جمہور:

جمہور کے دلائل یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان (۱۱)

ترجمہ: طلاق صرف دو مرتبہ ہے۔ (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے) تو پھر عورتوں کو یا تو بطریق شائستہ نکاح میں رہنے دینا چاہئے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ط (۱۲)

ترجمہ: اوران کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا جائز نہیں۔ جس میں نفقہ سے محروم رکھنا بھی داخل ہے اور ایسی صورت میں یا تو امساک بالمعروف کرنا چاہئے کہ اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کو رکھا جائے یا تسریح بالاحسان اس پر واجب ہے اور وہ اس پر آمادہ نہیں تو قاضی اس کی طرف سے طلاق دے دے گا۔

۲۔ **دار قطنی** اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور ﷺ کا (اس شخص کے حق میں جو بیوی کا نفقہ ادا نہ کر سکے) فرمان نقل کیا ہے کہ:

"**یفرق بینھما** دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

۳۔ سعید بن منصورؒ نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے اشخاص کے بارے میں پوچھا

گیا تو فرمایا۔ یفرق بینھما ۔ پھر جب ابوالزناد نے سعیدؒ سے دریافت کیا کہ کیا یہ سنت ہے؟ تو فرمایا ہاں سنت ہے۔ یہ روایت گو کہ مرسل ہے مگر سعید بن میسبّ کی مرسل روایات تقریباً تمام ہی محدثین وفقہاء کے ہاں قابل استدلال ہیں۔(۱۴)

حافظ ابن حزم نے اس کی یہ توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنت سے حضرت عمرؓ کی سنت مراد ہے مگر یہ عرف واستعمال کے بالکل خلاف ہے "سنت" کا مطلق لفظ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت سفیانؒ نے اس کو آپ ﷺ کی اور آپ کے عہد کی سنت قرار دیا ہے۔

۴۔ حضرت عمرؓ کا عمل عبداللہ ابن عمرؓ سے امام شافعیؒ اور بیہقی نے اس طرح نقل کیا ہے:

كتب عمر الى امراء الا جناد ادعوا فلانا ناسا انقطعوا عن المدينة و رحلوا عنها اما ان يرجعوا الى نسائهم اما ان يبعثوا بنفقتهن اليهن و اما ان يطلقوا و يبعثوا بنفقة ما مضى و بذالك • يكون للمراة حق فى محاسبة الزوج بالنفقة الماضية فان امتنع الزوج عن الانفاق فالزوجة بالخيار ان شاء ت بقيت على نكاحها و ان شاء ت طلبت التفريق۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے امرائے لشکر کو لکھا کہ فلاں فلاں شخص کو کہو(جو مدینہ سے چلے گئے تھے اور وہاں سے کوچ کر چکے تھے) کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس واپس آئیں یا ان کا نفقہ بھیجیں اور یا طلاق دے دیں اور گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کا حساب بھی دیں۔ لہٰذا اگر شوہر نفقہ کے ادا کرنے سے رک جائے تو بیوی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا علیحدگی کا مطالبہ کردے۔

۵۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لاضرر ولا ضرار (۱۶)(نہ نقصان اٹھاؤ نہ پہنچاؤ)۔

یہ فقہ کا عام اور بنیادی قاعدہ ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ دفع ضرر کے لئے قاضی مرد کو طلاق پر مجبور کرے یا اس کی طرف سے طلاق دے دے۔

۶۔ اگر کوئی شخص غلام کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو احناف بھی کہتے ہیں کہ اس پر واجب ہے کہ اسے فروخت کر کے اپنی ملکیت سے نکال دے۔ تو بیوی کے حق میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات واجب ہوگی کہ اس کو طلاق دے کر آزاد کردیا جائے۔

☆ بالملح يصلح ما يخشى تغيره فكيف بالملح ان حلت به الغير ☆

۷۔ نامردی کی وجہ سے احناف کے یہاں بھی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے حالانکہ اس کی ضرورت وقتی بھی ہے اور بھوک کے مقابلے میں قابل برداشت بھی۔ اس کا تقاضا ہے کہ نفقہ سے محرومی کی صورت میں بدرجہ اولیٰ فسخ نکاح کے مطالبہ کا اسے حق ہے۔

احناف کے دلائل پر ایک نظر:

احناف نے جو دلائل پیش کئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ قرآن کی جس آیت (الطلاق) کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ مرد اگر نفقہ پر قادر نہ ہو تو بیوی کا نفقہ اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔ لیکن عورت کو طلاق کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا یا نہ ہوگا؟ یہ بالکل علیحدہ مسئلہ ہے اور قرآن نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

حدیث سے بھی صرف اس قدر ثابت ہے کہ ازواج نے نفقہ کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ عدمِ قدرت کی وجہ سے ناواجبی تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے شیخین کی صاحبزادیوں کو ڈانٹنے پر خاموشی اختیار فرمائی خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو تنبیہ کررہے تھے اور باپ کو اس کا حق حاصل ہے۔ ہاں اگر ازواج مطہراتؓ علیحدگی کا مطالبہ کرتیں اور پھر بھی آپ سکوت اختیار فرماتے تو یہ استدلال بجا ہوتا۔

اسی طرح یہ کہنا کہ نفقہ میں تنگی کی وجہ سے کسی صحابیؓ کا نکاح فسخ نہیں کیا گیا، یہ بھی اس وقت دلیل بن سکتا ہے جب یہ بات ثابت ہو کہ بعض صحابیوں کی بیویوں نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے مسترد کردیا ہو۔ جب بیویوں نے مطالبہ ہی نہیں کیا اور اس کا ثبوت نہیں ہے تو اس کی وجہ سے فسخ نکاح کا ثبوت کیونکر مل سکتا ہے؟ (۱۷)

موجودہ حالات کا تقاضا:

لیکن دلائل سے قطع نظر فقہاء احنافؒ نے ایسی عورتوں کے لئے جو متبادل اور حل پیش کیا ہے موجودہ حالات میں وہ قریب قریب ناقابل عمل ہے۔ جہاں اسلامی حکومت ہو، عدل وانصاف کا کم مدتی اور آسان نظام موجود ہو، اسلامی بیت المال ہو، جس کا ایک مقصد مستقل مقروضوں کی اعانت اور ان کے قرضوں کی ادائیگی میں مدد اور محتاجوں کے لئے سرکاری خزانہ سے کفالت کی گنجائش ہو، پھر اسلامی حکومت یا شریعت کے نفاذ کی وجہ سے اخلاقی برائیاں اور اس کے محرکات کم سے کم ہوں وہاں اگر عورت کو شوہر کے

نام پر قرض لینے کو کہا جائے تو یہ بات قابل عمل بھی ہے اور قابل فہم بھی۔

لیکن جہاں نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ اسلامی بیت المال ہے پیسوں اور روپوں میں انسانی عفت وعصمت کا برسرعام سودا ہوتا ہو۔ سود کی لعنت نے قرض حسنہ کی بجائے پیسوں سے پیسے حاصل کرنے کی ہوس پیدا کر رکھی ہے۔ مقروض کے لئے تعاون کی کوئی خاص صورت نہ ہو۔ اور بے سہاروں کی کفالت کا کوئی نظام نہ ہو اور عدالت سے انصاف حاصل کرنے کے لئے نہ صرف زر کثیر بلکہ صبر ایوب بھی مطلوب ہو۔ وہاں بھی اگر عورتوں کا نکاح ان کے مطالبہ کے باوجود شوہر سے فسخ نہ کیا جائے تو یہ ان کی جان کے لئے بھی مہلک ہے۔ اور ان کی عفت وعصمت کے لئے بھی خطرہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خصوصاً ہندوستان جیسے ممالک میں اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے مسلک پر عمل کیا جائے۔ اور سیدنا عمرؓ کی نظیر کو پیش نظر رکھا جائے۔

البتہ دیکھنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں طریق کار کیا اختیار کرنا چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے مسلک کی تفصیلات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

مالکیہ کا مسلک:

امام مالکؒ کے مسلک کی تفصیل اس طرح ہے:

شوہر گزرے ہوئے ایام کا نفقہ دینے پر قادر نہ ہو مگر حالیہ دنوں کا نفقہ دیتا رہے تو بیوی کو حق نہیں کہ وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کرے:

ولها الفسخ ان عجز عن نفقة حاضرة لا ماضية

ترجمہ: اگر نکاح کے وقت عورت شوہر کی تنگدستی، فقر ومحتاجی اور نفقہ ادا کرنے کی عدم استطاعت سے واقف ہو یا اس کو واقف کرا دیا گیا ہو۔

پھر بھی اس مرد سے نکاح کر لے تو اب بھی اس کو حق نہیں کہ شوہر کی تنگدستی کی بنا پر نفقہ کا مطالبہ کرے۔

ان لم تعلم حال العقد فقره: مطلب یہ ہے کہ عورت کا معیار زندگی کچھ بھی ہو لیکن مرد معمولی قسم کی غذا اور کپڑا بھی مہیا کر سکے تو عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی

ان قدر على القوة ولو من خشن الماكول وهي ـية القدر او خبز بغير ادم وعلى ما يوارى العورة ولو من غليظ الصوف

ترجو الوليد وقد اعياك والده ...... ☆ ...... وما رجاوك بعد الوالد الولدا

(وان) كانت (غنية) شانها لبس الحرير.

یوں قاضی کے پاس جب شوہر کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو جانا ثابت ہو جائے اور شوہر موجود ہو تو قاضی اپنی صوابدید سے اس کو کسب معاش اور ادائیگی نفقہ کے لئے ایک مہلت دے۔ اگر اب بھی وہ نفقہ ادا نہ کر سکے تو قاضی اسے حکم دے کہ یا تو نفقہ ادا کرو۔ یا پھر فی الفور اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اگر شوہر طلاق دینے سے گریز کرے تو خود قاضی اس کی طرف سے طلاق دے دے:

فان اثبت عسره تلوم له بالاجتهاد والا امر بها او بالطلاق بلا تلوم فان طلق او انفق والاطلق عليه بان يقول الحاكم فسخت نكاحه

اگر شوہر موجود نہ ہو نہ عورت کے لئے نفقہ چھوڑ کر گیا ہو نہ خود عورت نے نفقہ معاف کیا ہو اور نہ شوہر کی طرف سے نفقہ کی ادائیگی کا وکیل ہو، تو اگر اتنا دور رہے کہ آتے آتے دن لگ جائیں گے تو قاضی نکاح فسخ کر دے گا اور اگر شوہر قریب ہی ہو تو اسے طلب کرے گا۔ خود آؤ یا نفقہ بھیجو یا پھر طلاق دے دو۔ اور اگر شوہر اس کی حکم عدولی کرے تو عام اصول کے مطابق خود قاضی کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ وہ طلاق دے دے:

اگر شوہر صرف اس قدر نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو کہ بیوی جی لے اور موت و ہلاکت سے اپنے کو بچالے مگر آسودہ و مطمئن نہ ہو سکے تو اس نفقہ کا بھی اعتبار نہیں اور قاضی اس کا نکاح فسخ کر دے گا:

(كان وجد ما يسد الرمق) اى ما يحفظ الحياة خاصة دون شبع معتاد و متوسط فانه يطلق عليه اذ لا صبر لها عادة على ذالك.

البتہ اگر مدت کے دوران ہی شوہر بیوی کا مروج طریقہ پر نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو گیا تو اسے بیوی کو لوٹا لینے کی گنجائش ہوگی۔ مدت گزر جانے کے بعد یہ حق باقی نہیں رہے گا:

(وله) لزوج الذى طلق عليه لعسرة (رجعتها) ان وجد فى العدة بسارا يقوم بواجب مثلها عادة.

اگر شوہر نے نفقہ ادا نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ اس سے عاجز تھا لیکن قاضی

کے سامنے وہ اپنی مجبوری ثابت نہ کر سکا تو قاضی فی الفور اس کی طرف سے طلاق دے دے گا:

یدعی العجز عن النفقه ولم یثبت عجزه فی هذِه الحالة یطلق علیه القاضی حالا علی المعتمد.

اور اگر وہ قدرت کے باوجود نفقہ ادا نہ کرے اور خود اس کا معترف ہو تو ایک رائے یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے یہاں تک کہ نفقہ ادا کرنے لگے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے طلاق دلوائی جائے تاہم اگر وہ ان میں سے کسی کو قبول نہ کرے تو پھر قاضی نکاح فسخ کر دے گا:

فاذا لم یجب علیه بشئی طلق القاضی علیه فورا (۱۸)

شوافع کا مسلک:

امام شافعیؒ کے ہاں احکام اس طرح ہیں:

شوہر آخری درجہ کا نفقہ۔ لباس اور رہائش گاہ بھی فراہم نہ کر سکتا ہو۔

ان یعجز عن اقل نفقة

موجودہ دنوں اور آنے والے دنوں کا نفقہ بھی ادا نہ کر سکے۔ گزشتہ دنوں کا بقایا ادا نہ کر سکے تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہ ہوگا:

ان یکون عاجزا عن النفقة الحاضرة او المستقبلة اما العجز عن النفقة المتجمدة فلا فسخ به.

بیوی کا نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ اسکے خادم کا نفقہ ادا نہ کر سکے تو موجب فسخ نہیں۔

ان یکون عاجزا عن نفقة الزوجه.

ان شرطوں کے ساتھ شوہر کی عسرت کی بنا پر قاضی عورت کا نکاح فسخ کر دے گا۔ اگر شوہر خوشحال ہو، لیکن قصداً نفقہ ادا نہ کرے تو نکاح فسخ نہ کیا جائے گا۔ بلکہ عدالت جبراً اس سے نفقہ وصول کرے گی۔

اگر شوہر غائب ہو تو اس کے خوشحال اور تنگ دست ہونے کا اعتبار ہوگا۔ اگر تنگ دست ہے تو قاضی نکاح فسخ کر دے گا۔ اور خوشحال ہو اور اس کی جائیداد موجود ہو تو چاہے اس کا پتہ نہ چلتا ہو پھر بھی نکاح فسخ نہیں ہوگا، بلکہ اس کے مال میں سے نفقہ ادا کیا جائے گا:

و اذا کان الزوج غائبا ولم یثبت العسارة ببینة یکون کالحاضر الممتنع فلیس لها طلب فسخ نکاحه سواء انقطع خبره او لم ینقطع علی المعتمد.

البتہ عورت کے نکاح سے قبل شوہر کے حالات سے واقفیت اور ناواقفیت کا اعتبار نہیں۔ اگر وہ واقف ہو پھر بھی نکاح کے بعد نفقہ سے محرومی کی وجہ سے اسے طلاق کا مطالبہ کرنے کا حق ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس نے اس توقع پر نکاح کیا ہو کہ آئندہ وہ کسب معاش کرنے لگے گا۔

ولا بشرط عدم علمها بفقره عند العقد فاذا علمت و رضیت به ثم عجز عن الانفاق کان لها الفسخ:

اور خود امام شافعیؒ کے الفاظ میں ولو علمت عسره لانه یمکن ان یوسر.

شوافع مسلک کی ایک خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ اگر قاضی عورت کے حلقے میں نہ رہتا ہو تو وہ شوہر کو نفقہ حاصل کرنے کیلئے تین دنوں کی مہلت دے کر خود بھی اپنے آپ کو طلاق واقع کر سکتی ہے۔

فاذا لم یکن فی جهتها قاضی ولا محکم امهلته ثلثة ایام وفسخت العقد فی صبیحة الرابع بنفسها۔(۱۹)

حنابلہ کا مسلک:

امام احمدؒ کے ہاں اکثر مسائل شوافع کے مطابق ہیں۔ عورت کے نکاح سے پہلے شوہر کی عسرت سے واقفیت بلکہ اس پر راضی ہونے کے باوجود عورت طلاق کا مطالبہ کرنے کی مجاز ہے۔ شوہر کو نفقہ فراہم کرنے کی مہلت ان کے ہاں بھی تین دن ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو شوہر صانع یا تاجر وغیرہ ہو اور وقتی تنگی یا بیماری میں مبتلا ہو اس کے لئے کچھ زیادہ دنوں کی مہلت دی جائے گی۔ البتہ عورت کا نکاح فسخ کرنے کا مجاز صرف قاضی ہی ہوگا۔

و ان عسر الزوج بنفقتها او ببعضها او بالسکنی او المهر بشرط خیرات علی التراخی بین الفسخ من غیر انتظار و بین المقام و تمکینه...... ولو کانت موسرة فان اختارت المقام او

رضيت بعسرته او تزوجته عالمة به او بشرط ان لا ينفق عليها او اسقطت النفقة المستقبلة ثم بدالها الفسخ فلها ذالک۔(۲۰)

مہلت کی مدت:

شوہر کونفقہ ادا کرنے پر قدرت کے لئے کس قدر مہلت دی جائے گی اس سلسلہ میں علامہ صنعانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے ہاں ایک ماہ۔امام شافعیؒ کے ہاں تین دن،حمادؒ کے ہاں ایک سال، بعض حضرات کے یہاں ایک ماہ اور دو ماہ کی مدت ہے۔نیز اوپر امام احمدؒ کے ہاں بھی تین دنوں کی مہلت کا ذکر ہو چکا،لیکن بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ قاضی کی صوابدید پر منحصر ہونا چاہئے۔جیسا کہ علامہ ابولبرکات الدرویر نے الشرح الصغیر میں اور حاوی نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے اور اوپر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

صنعانی جوخود شافعی ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں:

قلت لا دليل على التعيين بل ما يحصل به الضرر۔(۲۱)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ متعین کرنے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ تمام عیوب اسی میں شامل ہیں جن سے ضرر پیدا ہو۔

کلمۂ آخر:

مختلف مذاہب کی تفصیلات موجودہ حالات و مال اور شریعت اسلامی کی روح کو سامنے رکھنے سے اس طرف ذہن جاتا ہے کہ فقہ مالکی پر اس مسئلہ میں ہندوستان میں عمل کیا جائے۔البتہ اس مسئلہ میں عورت پہلے سے شوہر کی تنگ دستی سے واقف ہو اس رائے کو اختیار کیا جائے جو شوافع اور حنابلہ کی ہے۔اور اس کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا کرے۔اس لئے کہ نفقہ عورت کا مستقل حق ہے جو......یوما فیوما...... واجب ہوتا ہے۔اگر ایک بار وہ اس سے اپنی بے وقوفی یا مستقبل کی توقع پر دستبردار بھی ہو جائے تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس اقدام حیات سے محروم ہی رہ کر زندگی بسر کرتی رہے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم، البقرہ (۲/۲۳۳)۔

۲۔ ایضاً الطلاق، (۶۵/۷)۔

۳۔ ایضاً، الطلاق، (۵۶/۷)۔

۴۔ مسلم الجامع الصحیح ۲/۸۹ (کتاب الحج، باب ۱۹: حجۃ النبی ﷺ حدیث ۱۴۷ (۱۲۱۸) مطبوعہ استنبول۔

۵۔ البخاری، مع فتح الباری، مطبوعہ بیروت لبنان)، ۹/۵۰۷، کتاب النفقات، باب ۹: اذا لم ینفق الرجل حدیث ۵۳۶۴، پوری اس طرح ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ہند، بنت عتبہ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ابوسفیان ایک لالچی شخص ہے اور وہ اتنا مال نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو، ماسوائے یہ کہ اس کی لاعلمی میں، میں اس سے کچھ لے لوں، فرمایا اتنا لے سکتی ہو جو تیرے اور تیری اولاد کے لئے معروف طریقے پر کافی ہو۔

۶۔ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) المغنی فی شرح مختصر الخرقی، طبع سعید رشید رضا، ۱۳۴۱ اور ۴/۱۳۲۔

۷۔ الدمشقی العثمانی (موجود ۷۸۰ھ) رحمۃ الامہ فی اختلاف الامہ، بولاق مصر، ۱۳۰۲ھ، ص: ۳۲۰۔

۸۔ الکحلانی، محمد بن اسماعیل، سبل السلام شرح بلوغ المرام، وھلی، ۱۳۰۲ھ/۱/۲۲۳۔

۹۔ القرآن الکریم، الطلاق: ۶۵/۷)۔

۱۰۔ السیوطی، الدر المنثور، مطبعہ المیمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ، ۶/۹۲، ۵۹۱ مطبوعہ قاہرہ، نیز دیکھئے، الجامع الاحکام القرآن للقرطبی، قاہرہ ۱۹۶۵ء، ۱۳/۶۹_۱۶۲۔

۱۱۔ القرآن الکریم (البقرہ: ۲/۲۲۹)۔

۱۲۔ ایضاً (الطلاق، ۶۵/۶)۔

۱۳۔ الدارقطنی، السنن، (کتاب الطلاق)۔

۱۴۔ قواعد فی علوم الحدیث، ص: ۱۳۹۔

۱۵۔ موسوعہ عمر بن الخطاب/ قاہرہ، ص: ۶۴ (بذیل نفقۃ الزوجہ) مطبوعہ کویت۔

۱۶۔ دیکھئے ابوداؤد، السنن، (کتاب النکاح)۔

۱۷۔ سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل، ۱۲۰، لاہور۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مطبوعہ قاہرہ (کتاب النکاح)، ۲/۸۴_۵۸۲۔

الجواب اللین یصرف الغضب ...... ☆ ...... زبانِ خوش، مار را از سوراخش بیرون می کشد